HABIBIA ISLAMICUS
(The International Journal of Arabic &Islamic Research) (Quarterly) Trilingual (Arabic, English, Urdu) ISSN:2664-4916 (P) 2664-4924 (E)
Home Page: http://habibiaislamicus.com
Approved by HEC in Y Category
Indexed with: IRI (AIOU), Australian Islamic Library, ARI, ISI, SIS, Euro pub.
PUBLISHER HABIBIA RESEARCH ACADEMY
Project of **JAMIA HABIBIA INTERNATIONAL,**
Reg. No: KAR No. 2287 Societies Registration Act XXI of 1860 Govt. of Sindh, Pakistan.
Website: www.habibia.edu.pk,
This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

TOPIC:

A STUDY OF THE REASONS FOR CORRELATION AMONG THE VERSES AND SURAS OF THE HOLY QURAN

آیات اور سورتوں کے درمیان مناسبات کے وجوہ کا تحقیقی جائزہ

AUTHORS:
1- *Akbar Ali, PhD Scholar, Department of Islamic Studies, University of Malakand Email: mullaakbarali@gmail.com Orcid ID: https://orcid.org/0000-0003-1982-1039*
2- *Dr Jans Khan , Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of Malakand Email:drjanaskhan9911@gmail.com Orcid ID: https://orcid.org/0000-0002-3532-9952*
3- *Prof. Ata-ur-Rahman, Professor, Chairman, Department of Islamic Studies, University of Malakand Email: ataurrahman3003@gmail.com Orcid ID: https://orcid.org/0000-0002-9050-6413*

How to Cite: *Ali, Akbar, Jans Khan, and Ata-ur- Rahman. 2021. "URDU 2 A STUDY OF THE REASONS FOR CORRELATION AMONG THE VERSES AND SURAS OF THE HOLY QURAN:* آیات اورسورتوں کے درمیان مناسبات کے وجوہ کاتحقیقی جائزہ*". Habibia Islamicus (The International Journal of Arabic and Islamic Research) 5 (3):19-32.*
https://doi.org/10.47720/hi.2021.0503u02.
URL: http://habibiaislamicus.com/index.php/hirj/article/view/188
Vol. 5, No.3 || July –September 2021 || P. 19-32
Published online: 2021-09-07

QR. Code

A STUDY OF THE REASONS FOR CORRELATION AMONG THE VERSES AND SURAS OF THE HOLY QURAN

آیات اور سورتوں کے درمیان مناسبات کے وجوہ کا تحقیقی جائزہ

Akbar Ali, Jans Khan, Ata-ur-Rehman,

ABSTRACT:
The Holy Quran is one of the Prove of the Prophethood of the Muhammad S(SAW). It is the greatest miracle of the Holy Prophet (SAW) and as a challenge to the human beings and jins, no one could bring an example like this. One part of this miracle of the Holy Quran is its correlation among the verses and suras. Islamic scholars like; Imame Razi, Allama Zarakshi, Imame Buqa'I, Imame Syuti, Allama Anwar Shah Kashmiri and others say that The Holy Quran is correlated from start to end and it is the prove that it is the word of Allah. In the lexical meaning "correlation" means "being alike" or "to bring into order" while idiomatically it discusses the correlationship among some parts of the Holy Quran with other and its hidden relation. All the verses of the Holy Quran are correlated in one way or the other. This correlation is sometimes very clear but sometimes it is vague. Some of these hidden correlation are named sometimes but many times it cannot be named but they can be understood by having a natural ability and vast study of the Holy Quran. This research article discusses these correlations which can be discussed and named and many of the scholars (specially the exegesits) have discussed in their books which are pointed to here.
KEYWORDS: *Prophethood, verses, suras, correlation, exegesis*

مناسبت کی لغوی واصطلاحی تحقیق: مناسبات مناسبۃ کی جمع ہے جو کہ باب مفاعلہ کا مصدر ہے۔ اور اس کا مادہ نون، سین اور باء ہے۔ اور یہ مادہ ایک چیز کا دوسرے سے متصل ہونے کے گرد گھومتا ہے۔ "فلان نسیب فلان" کا معنی ہے "کہ وہ اس کے ساتھ کسی رشتے میں منسلک ہے۔ ([1]) مجرد ابواب سے نسب بیان کرنے، نسبت کرنے اور قرابت ورشتہ داری کے معنیٰ میں آتا ہے۔ لغت میں مناسبت مشابہ ہونے، ترتیب دینے، منظم ہونے اور منسلک کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ اصطلاح کے اندر مناسبت دو چیزوں کے درمیان مختلف وجوہ میں سے کسی وجہ سے ربط و تعلق کا موجود ہونا ہے۔ اور قرآن حکیم کے اندر سورتوں اور آیات مبارکہ میں وجوہِ ارتباط کا ادراک مناسَبت کہلاتا ہے۔

امام بقاعیؒ (م:885ھ) مناسبات القرآن کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: مناسبات القرآن العظیم ھی "علل ترتیب أجزائہ بعضھا ببعض۔([2]) "قرآن عظیم میں مناسبات سے مراد اس کتاب کے بعض اجزاء کا بعض کے ساتھ ترتیب کی علتیں ہیں۔
"

امام رازیؒ (م:606ھ)، علامہ زرکشیؒ (م:794ھ)، امام بقاعیؒ (م:885ھ)، امام سیوطیؒ (م:911ھ) اور دوسرے جمہور مفسرین کی رائے یہ ہے کہ قرآن کریم ابتدا سے لیکر آخر تک باہم مربوط ہے۔ ([3]) نظمِ قرآن کتنا اہم علم ہے؟ اس کا اندازہ امام رازیؒ کے اس قول سے لگایا جا سکتا ہے فرماتے ہیں: القرآن کما أنہ معجز بحسب فصاحۃ ألفاظہ وشرف معانیہ فھو أیضا بسبب ترتیبہ ونظم

آیاتہ۔(4)"جس طرح قرآن کریم اپنے الفاظ کے فصاحت اور معانی کی شرافت کے لحاظ سے معجز ہے اسی طرح وہ اپنے ترتیب اور آیات کے نظم و مناسبت کے لحاظ سے بھی معجز ہے۔"

اجزائے قرآن میں ربط و تعلق: قرآن کریم کے اجزاء میں مناسبت کے موجود ہونے اور ان مناسبات کو تلاش کرکے بیان کرنے کے بارے میں بنیادی طور پر علماء کے دو موقف ہیں۔ جمہور علماء کے ہاں اجزائے قرآن میں مناسبات صرف موجود نہیں بلکہ غور و تدبر کے ذریعے اس کو طلب کرنا اور بیان کرنا مناسب بھی ہے۔ آیات کریمہ اگرچہ نزول کے اعتبار سے حالات و واقعات کے مطابق نازل ہوئی ہے تاہم سورتوں کے اندر ان کی ترتیب حکمت کے عین مطابق ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کے اندر آیات کی موجودہ ترتیب توقیفی ہے اور جبریلؑ کے بتانے پر آپ ﷺ کی دی ہوئی ہے۔ اور لوح محفوظ میں بھی اسی ترتیب کے ساتھ محفوظ ہے۔ امام زرکشیؒ فرماتے ہیں:"قد وهم من قال لا يطلب للاى الكريمة مناسبة. لأنها حسب الوقائع المتفرقة وفصل الخطاب أنها على حسب الوقائع تنزيلا وعلى حسب الحكمة ترتيبا فالمصحف كالصحف الكريمة على وفق ما فى الكتاب المكنون مرتبة سوره كلها وآياته بالتوقيف۔(5)"آیات کریمہ میں مناسبات کو تلاش نہ کرنے کا قول وہم پر مبنی ہے کیونکہ اس قول کو اختیار کرنے والے حضرات کہتے ہیں کہ آیات کریمہ مختلف واقعات و حالات کے موافق جدا جدا خطاب کے طور پر نازل ہوئی ہیں۔ لہٰذا ان میں مناسبات تلاش نہیں کی جائے گی۔ ان حضرات کی رائے وہم پر مبنی ہے کیونکہ آیات مبارکہ نزول کے اعتبار سے اگرچہ حالات و وقائع کے مطابق ہیں تاہم موجودہ ترتیبِ حکمت (یعنی مناسبات کے لحاظ) کے مطابق ہے۔ اور قرآن کریم کی موجودہ ترتیب ان صحیفوں کے ترتیب کے مطابق ہے جو لوح محفوظ میں توقیفی ترتیب کے ساتھ موجود ہیں۔"امام زرکشیؒ کے اس قول سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قرآن کریم کی موجودہ ترتیب، نزولی ترتیب کے موافق ہوتی تو پھر یہ سوال ممکن تھا کہ نزول کے اعتبار سے آیات واقعات متفرقہ میں نازل ہوئی ہے ان میں ربط موجود نہیں ہے۔ اب چونکہ قرآن کریم کو آپ ﷺ نے جبریل علیہ السلام کے بتانے سے لوح محفوظ کی ترتیب کے موافق جمع کیا ہے نہ کہ ترتیب نزولی کے اعتبار سے۔ اس وجہ سے اس اعتراض کا کوئی وجہ نہیں بنتی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اختلاف کے موجود ہونے کو رد کرتے ہوئے فرمایا:أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا۔ (6)" کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یقیناً اس میں بہت کچھ اختلاف پاتے۔"یعنی قرآن کریم کوئی چھوٹی کتاب نہیں کہ اس کے مضامین اور کلمات میں کوئی اختلاف اور تعارض نہ ہو اگر یہ انسانوں کا بنایا ہوا کلام ہوتا تو اس میں ضرور تناقض اور اختلاف موجود ہوتا اور اختلاف کا موجود نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کلام کسی بندے کا بنایا ہوا نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر کا کلام ہے۔ آیت کریمہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر اس ظاہری بے ترتیبی اور اختلاف کے بارے میں غور و فکر کیا جائے تو آدمی اس نتیجے پر پہنچے کہ اس میں تو لطائف و حکم اور رموز و اسرار کا سمندر چھپے ہوئے ہیں۔ قرآن کریم کے بعض اجزاء کو بعض کے بعد لانے میں کبھی تو ربط و مناسبت کے وجوہ بالکل ظاہر ہوتی ہے کیونکہ پہلے جز کا مطلب دوسرے کے بیان کے بغیر نامکمل ہوتا ہے یا دوسرا جز پہلے کے لئے تاکید، تفسیر اور بدل ہوتا ہے اور اس طرح کا ربط بالکل ظاہر ہوتا ہے۔ اور اگر ربط ظاہر نہ ہو بلکہ ہر جز الگ

ان دونوں اجزاء میں کسی ایسی وجہ کا پایا جانا ضروری ہے جو دونوں اجزاء کو ملانے والی ہو۔ تاہم اگر اجزاء مستقل ہو اور حرف عطف کے ساتھ ملے ہوئے بھی نہ ہو تو پھر وہاں پر ایسے قرائن معنویہ کا موجود ہونا ضروری ہے جو کہ کلام کے اجزاء کو آپس میں مربوط ہونے کی خبر دیتی ہو۔ (7) یہ دوسری قسم کی مناسبات کبھی خفی ہوتے ہیں کیونکہ ان میں قرائن معنویہ کو غوروفکر کے ذریعے معلوم کرنا پڑتا ہے۔ اوراس میں مہارت کے حصول کے لئے مفسّر کی نکتہ فہمی، سنت رسول ﷺ پر مکمل عبور، عربی لغت وزبان سے مکمل شناسائی اور فصیح وبلیغ کلام کے صفات کا علم رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اوران کے لئے مستقل اصطلاحات مستعمل نہیں ہیں۔ جبکہ دوسرے بعض وہ وجوہ ہیں جن کے لئے الگ الگ اصطلاحات مستعمل ہیں اور ان کی تعریف کی جاسکتی ہیں۔

اجزائے قرآنی میں مناسبات کے خفی ہونے کی وجوہات: نظم ومناسبت قران کریم کا ایک باریک اعجاز ہے جب قاری قرآن کریم کا سرسری مطالعہ وتلاوت کرتا ہے تو اسے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہر آیت کا مضمون الگ ہے اور ما قبل ومابعد سے کوئی ربط نہیں ہے تاہم جب وہ بڑے غوروفکر اور عمیق تدبر کے ساتھ قرآن کا مطالعہ کرتا ہے تو اسے دقیق اور غامض ربط معلوم ہوجاتا ہے۔ یہ ربط اتنا باریک اور خفی کیوں ہے؟ اس میں بھی کئی حکمتیں چھپی ہیں مثلاً یہ کہ ہر آیت کی مستقل حیثیت برقرار رہے اور ضرورت کے وقت الفاظ کے عموم کا اعتبار آسانی کے ساتھ کیا جاسکے۔ اسی طرح اس خفاء کی ایک وجہ یہ بھی ہے جس کو ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ (م:1431ھ) نے بیان کیا ہے کہ قرآن کا اسلوب تقریری اور خطابی ہے یہ پڑھ کے سنایا جاتا تھا اب تحریری اسلوب کا مزاج ان مناسبات کو سمجھنے میں دشواری محسوس کرے گا اس وجہ سے سرسری تلاوت میں روابط خفی رہتے ہیں۔ اسی طرح قرآن کریم قیامت تک کے لئے ہر انسان کے لئے ہادی کتاب ہے۔ اس کتاب کا اندازِ ترتیب بھی الگ اور معجزانہ ہے جبکہ لوگ اس میں اپنی معیار کے مطابق ترتیب ڈھونڈتے ہیں جب وہ نہ ملے تو بجائے اس کے کہ وہ غور وتدبر سے کام لیں، قرآنی اجزاء میں مناسبات کے وجود کا انکار کردیتے ہیں۔ حالانکہ وہاں پر روابط ہوتے ہیں تاہم وہ غوروفکر کے متقاضی ہوتے ہیں۔ ابتدائی طور پر مضامین قرآن کے مستقل ہونے اور نظم قرآن کے خفی ہونے اور نظر دقیق کے بعد وہاں پر ایک باریک ربط معلوم ہونے کی مثال سورۃ الحجر کی ان آیات میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: نَبِّئْ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ٥ وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ ٥ وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ٥(8) "میرے بندوں کو خبر دیدو کہ میں غفور اور رحیم ہوں، اور میرا عذاب (بھی) بڑا دردناک ہے۔ اور انھیں ابراہیمؑ کے مہمانوں کی خبر دے دو۔" ان تینوں آیات اوراس کے بعد فرشتوں کے ابراہیمؑ کے پاس آنے کے تفصیلی واقعہ کے مضامین میں بظاہر کوئی ربط وتعلق نظر نہیں آتا۔ تاہم جب ذرا غور تدبر سے کام لیا جائے تو پتہ چلے گا کہ حقیقت میں فرشتوں کے آنے کا واقعہ پہلے مضامین کی تائید ہے۔ اس لیے کہ حضرت ابراہیمؑ کے پاس آئے ہوئے فرشتوں نے دو کام کئے، ایک یہ کہ حضرت ابراہیمؑ کو حضرت اسحٰقؑ جیسے نیک بیٹے کی بشارت دی، دوسرا یہ کہ یہی فرشتے لوطؑ کے پاس گئے اور وہاں کے نافرمانوں پر عذاب الٰہی نازل کیا۔ فرشتوں کا یہ پہلا کام "أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ" کا مظاہرہ تھا اور دوسرا کام "وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ" کا مظہر تھا۔ دیکھئے ان آیات میں غور کرنے سے آدمی بآسانی اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ اگر ان مضامین کو الگ دیکھیں تو مستقل نظر آتے ہیں تاہم اگر ان مضامین کو آپس میں ملاکر، بنظر غایت مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ مذکورہ آیات کے مضامین میں گہری مناسبت موجود ہے۔ (9)

وجوہِ مناسبات: وجوہ مناسبات میں سے جن مناسبات کی الگ تعریف ممکن ہے اور مفسرین وبلغاء نے اپنی کتابوں میں ان کا ذکر کیا ہے ان کو یہاں پر ذکر کیا جائے گا۔ تاہم تتبع سے یہ بات سامنے آگئی کہ یہ اسباب ان میں منحصر نہیں ہے بلکہ ہر ایک مفسر اور بلیغ نے اپنے ذوق کے مطابق کم وبیش کا ذکر کیا ہے۔ قرآنی اجزاء میں مناسبات کو آسانی سے سمجھنے کی خاطر ہم یہاں پر چند اہم وجوہِ مناسبات کا ذکر کرتے ہیں۔

1۔ تنظیر: تنظیر کا معنیٰ ہے نظیر کو نظیر سے یعنی مشابہ اور مانند کو مشابہ اور مانند سے پیوست وملحق کرنا، اور کلام کے اندر تنظیر کی رعایت عقلاء کا کام اور شیوہ ہے۔ قرآن حکیم کے اندر اس کی بہت سی مثالیں ہیں جیسے سورۃ الانفال میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۔(10)"یہی لوگ ہیں جو حقیقت میں مومن ہیں۔"فرمانے کے بعد کہ: كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَارِهُونَ ۔ (11)"(مال غنیمت کی تقسیم کا) یہ معاملہ کچھ ایسا ہی ہے جیسے تمہارے رب نے تمہیں اپنے گھر سے حق کی خاطر نکالا، جبکہ مسلمانوں کے ایک گروہ کو یہ بات ناپسند تھی۔ " یہاں پر غنیمتوں کے باب میں بعض مؤمنین کی رائے مخالف تھی تو اللہ تعالیٰ نے حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو فرمایا کہ آپ حکم پر عمل کریں اس کا انجام اچھا ہوگا۔ اور اس حال کا ماضی کے ایک واقعے سے تشبیہ دی کہ اس وقت بھی بعض مؤمنین کا بدر کے وقت نہ نکلنے کا مشورہ تھا تاہم خیر اسی میں تھا جو آپ نے کیا۔ ابو بکر الجزائریؒ(م:1406ھ)ایسر التفاسیر میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:تضمنت تشبيه حال حاضرة بحال ماضيه حصلت في كل واحدة كراهة بعض المؤمنين،وكانت العاقبة في كل منهما خيراً۔ (12)"موجودہ حالت کو اس کے مشابہ ماضی والی حالت سے ملایا ہے کیونکہ ان دونوں حالات میں بعض مومنوں نے کراہت اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔ اوران دونوں کا نتیجہ اچھا نکلا تھا۔"

2۔ تقابل ومضادہ: مضادہ بمعنیٰ مخالفت کرنا، ضد بمعنیٰ مخالف اور نظیر دونوں کے آتا ہے۔ مناسبات کے باب میں مضادہ سے مراد یہ ہے کہ کلام اور اس کے ضد کو جمع کیا جائے تاکہ مفہوم واضح ہوجائے۔ قرآن کریم میں مضادہ کا استعمال بہت زیادہ کیا گیا ہے۔ امام زرکشیؒ فرماتے ہیں: وَقَدْ تَكُونُ الْعَلَاقَةُ بَيْنَهُمَا الْمُضَادَّةَ وَهَذَا كَمُنَاسَبَةِ ذِكْرِ الرَّحْمَةِ بَعْدَ ذِكْرِ الْعَذَابِ وَالرَّغْبَةِ بَعْدَ الرَّهْبَةِ وَعَادَةُ الْقُرْآنِ الْعَظِيمِ إِذَا ذَكَرَ أَحْكَامًا ذَكَرَ بَعْدَهَا وَعْدًا وَوَعِيدًا لِيَكُونَ ذَلِكَ بَاعِثًا عَلَى الْعَمَلِ بما سبق ثم يذكر آيات التوحيد والتنزيه لِيُعْلَمَ عِظَمُ الْآمِرِ وَالنَّاهِي۔ وَتَأَمَّلْ سُورَةَ الْبَقَرَةِ وَالنِّسَاءِ وَالْمَائِدَةِ وَغَيْرَهَا تَجِدْهُ كَذَلِكَ۔(13) "کبھی دو آیتوں کے درمیان علاقہ مضادہ کا ہوتا ہے جیسے عذاب کے ذکر کے بعد رحمت کا ذکر اور ترغیب کے بعد ترہیب کا ذکر ہوتا ہے۔ قرآن عظیم کی عادت یہ ہے کہ جہاں پر احکام کا ذکر ہوتا ہے تو اس کے بعد وعد اور وعیدیں ذکر ہوتی ہے تاکہ یہ احکام پر عمل کرنے پر برانگیختہ کرے، اوراس کے بعد توحید اور تنزیہ کی آیتیں ہوتی ہے تاکہ حکم کرنے اور منع کرنے والے کی عظمت اجاگر ہو۔ سورۃ البقرۃ، سورۃ النساء، سورۃ المائدۃ اوردوسرے سورتوں میں غور کیا جائے تو یہی بات سامنے آئے گی۔" زرکشیؒ آگے مضادہ کا فائدہ اور حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:وَحِكْمَتُهُ التَّشْوِيقُ وَالثُّبُوتُ عَلَى الْأَوَّلِ كَمَا قِيلَ: وَبِضِدِّهَا تَتَبَيَّنُ الْأَشْيَاءُ۔مضادہ کی حکمت شوق دلانا اور پہلے کا ثبوت ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے کہ اشیاء کی اضداد ذکر کرنے سے اشیاء واضح ہوجاتے ہیں ۔ تقابل یا مقابلہ کا مطلب ہے کہ ایک جماعت کی صفات کے مقابلے میں دوسری جماعت کی صفات کو ذکر کیا جائے۔ اس کی

مثال سورۃ التحریم کی یہ آیتیں ہیں: ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَتَ نُوحٍ وَامْرَأَتَ لُوطٍ--- وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ۔ [14]دیکھئے ان آیات مبارکہ میں پہلے ان دو برے اعمال والے عورتوں کا تذکرہ ہیں جو حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کے نکاح میں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کو یہ قرابت پیغمبر بھی کام نہیں آیا۔ ایسر التفاسیر میں ہے:ضرب الله مثلاً في عدم انتفاع الكافر بقرابة المؤمن مهما كانت درجة القرابة عنده۔[15]"اللہ تعالیٰ نے اس بارے مثال بیان کی ہے کہ کافر کو مؤمن کی قرابت کوئی فائدہ نہیں پہنچاسکتی، چاہے جس درجے کی قرابت ہو۔"اس کے بعد والی آیات میں بالکل اس کے مخالف ایسے دو عورتوں کا تذکرہ ہے جو اپنے ایمان اور نیک عمل کی وجہ سے قابل تعریف ٹھہری اور کافر سے زوجیت اور اس سے قریبی تعلق ان کے ایمان کو متزلزل نہ کر سکی۔ ایسر التفاسیر میں ہے:هذا مثل آخر في عدم تضرر المؤمن بقرابة الكافر ولو كانت القرابة الزوجية وما أقواها۔[16]"یہ دوسرا مثال ہے اس بارے میں کہ مؤمن کو کافر کی قرابت یعنی رشتہ داری کوئی ضرر نہیں پہنچاسکتی اگرچہ یہ قرابت زوجیت یا اس سے بڑھ کر کیوں نہ ہو۔"

3۔تغایر: بہاء الدین سبکیؒ(م:773ھ)تغایر کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:التغاير وهو مدح الشئ ثم ذمه، أو ذمه ثم مدحه، كقوله تعالى: قالُوا إِنَّا بِما أُرْسِلَ بِهِ مُؤْمِنُونَOقالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا بِالَّذِي آمَنْتُمْ بِهِ كافِرُونَO[17]تغایر کا مطلب یہ ہے کہ کسی شے کی مدح بیان کی جائے اور اس کے بعد اس کی مذمت بیان کی جائے یا اس کا عکس کیا جائے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:"انہوں نے کہا کہ ہم اس چیز پر ایمان رکھتے ہیں جس کو بھیجا گیا ہے۔ کہا ان لوگوں نے جنہوں نے تکبر کیا تھا کہ ہم انکار کرتے ہیں اس چیز کا جس پر تم ایمان لائے ہو۔"

4۔استطراد: ایک معنی سے دوسرے ایسے معنی کی طرف انتقال کرنا جو اس پہلے والے معنی سے متصل ہو اور پھر اس کو قطع کر کے پہلے معنی کو عود کرنا استطراد کہلاتا ہے ۔ یا دوسرے الفاظ میں کلام کو اس طرح بیان کرنا کہ اس سے دوسرا کلام لازم آجائے۔ محمد حفنی ناصف(م:1337ھ)استطراد کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: الاستطراد هو ان يخرج المتكلم من الغرض الذى هو فيه الى آخر لمناسبة ثم يرجع الى تتميم الاول۔[18]"استطراد یہ ہے کہ متکلم جس غرض کو بیان کر رہا ہو کسی مناسبت اور نکتہ کی وجہ سے اس کو چھوڑ کر دوسری غرض کی طرف نکل جائے پھر پہلی غرض کی تکمیل کے لئے واپس لوٹ آئے۔"استطراد اور حسن تلخص میں فرق یہ ہے کہ استطراد میں جو کلام چل رہا ہے اس کو مکمل طور پر ترک نہیں کیا جاتا ہے بلکہ انتہائی دلکش انداز میں تیزی کے ساتھ امر مستطرد کو بیان کر کے متکلم واپس پہلے والے کلام کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ اور مخاطب یوں سمجھتا ہے کہ گویا اس بات کے بیان کرنے کا ارادہ ہی متکلم نے نہیں کیا تھا بلکہ ویسے یہ بات درمیان میں آگئی۔ جب کہ حسن تلخص میں پہلے والے کلام کو پھر کلی طور پر چھوڑ کر متکلم اس دوسرے کلام میں لگ جاتا ہے۔ استطراد کی مثال سورۃ الاعراف میں آدمؑ کا قصہ ہے جس کے درمیان میں بطور استطراد یہ آیت کریمہ لائی گئی ہے:يَا بَنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا۔[19]"اے آدم کے بیٹو اور بیٹیو! ہم نے تمہارے لیے لباس نازل کیا ہے جو تمہارے جسم کے ان حصوں کو چھپا سکے جن کا کھولنا برا ہے، اور جو خوشنمائی کا ذریعہ بھی ہے۔" دیکھئے اس سورت میں آدمؑ کے قصہ

کے درمیان لباس کے بڑے نعمت ہونے کے اظہار کے لئے اس آیت کریمہ کو لایا گیا۔اس کے بعد آدمؑ کے قصے کی تکمیل کی طرف عود ہے ۔کہ: يَا بَنِي آدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَا أَخْرَجَ أَبَوَيْكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ---([20])زین الدین رازیؒ(م:666ھ)

استطراد کی مثال ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:فإن قيل: كيف وقع قوله تعالى: (وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ---) في أثناء وصية لقمان لابنه،وما الجامع بينهما؟قلنا:هى جملة وقعت معترضة على سبيل الاستطراد تأكيداً لما في وصية لقمان من النهى عن الشرك.([21])

5۔ **انتقال:** اس کا مطلب ہے ایک بات سے دوسری کی طرف منتقل ہونا تنشیط سامع کی غرض سے تاہم دونوں باتوں میں اسم اشارہ کے ذریعے ربط ہونا چاہئے تاکہ ماقبل کی تاکید ہو۔امام زرکشیؒ فرماتے ہیں: وَمِنْهُ الِانْتِقَالُ مِنْ حَدِيثٍ إِلَى آخَرَ تَنْشِيطًا لِلسَّامِعِ ---- فَأَكَّدَ تِلْكَ الإخباريات بَاسِمِ الْإِشَارَةِ۔([22])انتقال کی مثال سورۃ ص کی وہ آیات مبارکہ ہیں جن میں انبیاء کا تذکرہ چل رہا ہے اور اس تذکرے کو اس انداز کے ساتھ ختم کیا گیا ہے: وَاذْكُرْ إِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ وَكُلٌّ مِنَ الْأَخْيَارِ۔([23])"اور اسماعیل،یسع اور ذوالکفل کو یاد کرو۔ اور یہ سب بہترین لوگوں میں سے تھے۔"اسکے بعد تنشیط سامع کی غرض سے جنت اور اہل جنت اور اسی طرح جہنم اور اہلِ جہنم کا تذکرہ ہے جس کے اول میں ھٰذاذکر سے ماقبل انبیاء کے تذکرے کو اشارہ کر کے اس کلام کو ماقبل سے مربوط بنایا گیا ہے۔ ارشادباری ہے: هَذَا ذِكْرٌ وَإِنَّ لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ مَآبٍ o جَنَّاتِ عَدْنٍ مُفَتَّحَةً لَهُمُ الْأَبْوَابُ---هَذَا وَإِنَّ لِلطَّاغِينَ لَشَرَّ مَآبٍ o جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمِهَادُ o ([24])

6۔ **حکم شرعی کے ساتھ ملحق احکامات کا ذکر:** یعنی کسی حکم شرعی پر مرتب ہونے والے ان احکام کا ذکر جو اس حکم سے ملحق اور متعلق ہوتے ہیں۔اس کی مثال سورۃ البقرۃ کی یہ آیت مبارکہ ہے جس میں نکاح اور طلاق کا ذکر ہے اور اس کے متعلق رضاع کا مسئلہ ہے کہ اگر کبھی بچہ موجود ہو تو اس کا حکم کیا ہوگا؟تو وہ بھی ذکر کر دیا۔ارشاد ہے:وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ---([25])"اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال تک دودھ پلائیں۔"

7۔ **تفصیل بعد الاجمال:** کہ پہلے مسئلے کو اجمالاً ذکر کیا جائے اور اس کے بعد اس کی تفصیل بیان کی جائے۔اس کی مثال سورۃ النور کی ابتدائی دو آیتیں ہیں کہ پہلے میں اجمال ہے اور دوسرے میں آیات بینات کی تفصیل ہے۔ارشاد ہے:سُورَةٌ أَنزَلْنَاهَا وَفَرَضْنَاهَا وَأَنزَلْنَا فِيهَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ o الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِئَةَ جَلْدَةٍ--- الآية([26])"یہ ایک سورت ہے جو ہم نے نازل کی ہے،اور جس(کے احکام)کو ہم نے فرض کیا ہے،اور اس میں کھلی کھلی آیتیں نازل کی ہیں،تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد دونوں کو سو سو کوڑے لگائے۔"امام سیوطیؒ نے اپنی کتاب اسرار ترتیب القرآن کے ابتدا میں سورۃ البقرہ کی مناسبات ذکر کرنے کے دوران مناسبات سور کے متعلق ایک قاعدہ اکثریہ بیان کیا ہے فرماتے ہیں:قد ظهر لي بحمد الله وجوهًا من هذه المناسبات:أحدها أن كل سورة تفصيل لإجمال ما قبلها،وشرح له،وإطناب لإيجازه،وقد استمر معي ذلك في غالب سور القرآن،طويلها وقصيرها،وسورة البقرة قداشتملت على تفصيل جميع مجملات الفاتحة.([27])"اللہ تعالیٰ کی حمد و تعریف کے ساتھ سورۃ البقرہ کی مناسبات پر بحث سے مجھے چند وجوہ مناسبات معلوم ہوئے ہیں۔پہلی وجہ

مناسبت یہ ہے کہ قرآن کریم کی ہر سورت ماقبل سورت کے مجملات کی تفصیل اور شرح ہوتی ہے۔اور یہ بات قرآن کریم کی اکثر سورتوں میں چاہے چھوٹی سورتیں ہوں یا بڑی پائی گئی ہے۔اور سورۃ البقرہ سورۃ الفاتحہ کے تمام مجملات کی تفصیل پر مشتمل ہے۔"

8۔ **ایک ہی آیت کا موضوعی وحدت:** یعنی آیت کا ایک موضوع ہو اور پوری آیت اس موضوع کے گرد گھومتی ہو۔اس کی مثال یہ آیت کریمہ ہے: يَسْأَلُونَكَ عَنِ الأَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوْا الْبُيُوتَ مِن ظُهُورِهَا وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَى وَأْتُوْا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا وَاتَّقُوْا اللهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔([28])"لوگ آپ سے نئے مہینوں کے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں،آپ انہیں بتادیجیئے کہ یہ لوگوں (کے مختلف معاملات کے) اور حج کے اوقات متعین کرنے کے لیے ہیں۔اور یہ کوئی نیکی نہیں ہے کہ تم گھروں میں ان کی پشت کی طرف سے داخل ہو (۱۲۰) بلکہ نیکی یہ ہے کہ انسان تقوی اختیار کرے،اور تم گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہوا کرو،اور اللہ سے ڈرتے رہو،تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو۔"اس آیت میں مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ تو سوال کا جواب ہوا لیکن وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوْا الْبُيُوتَ مِن ظُهُورِهَا--- کا اس سوال وجواب سے ربط کیا ہے؟ تو علامہ شوکانیؒ(م:1250ھ) فرماتے ہیں اس آیت میں چاند کے گھٹنے اور بڑھنے کی حکمتوں کا بیان ہے۔کہ اس کے ذریعے لوگ اپنے معاملات اور عبادات کے اوقات کا تعین کرتے ہیں۔جیسے روزہ،نماز،حج،مدت حمل وعدت اور اجارات وغیرہ۔پھر ان میں سے اللہ تعالیٰ نے حج کو خاص طور پر ذکر کیا کیونکہ حج میں بھول چوک نہیں چلتی اگر حج کے بعض ارکان کو بھی اپنے وقت سے آگے پیچھے کیا تو حاجی بڑے مشقت میں پڑے گا۔پھر چونکہ انصار کا دستور تھا کہ جب وہ حج سے اپنے گھروں کو واپس ہوتے تو دروازوں سے داخل نہیں ہوتے تھے۔تو اس آیت کریمہ میں اس غلط رسم کی نفی بھی کی گئی جو حج کے متعلق لوگوں میں جاری تھا۔([29])

9۔ **قصے کے بیان کرنے کی مناسبت:** کہ کس وجہ سے یہ قصہ اس جگہ پر بیان کیا گیا ہے۔اس کی مثال سورۃ المائدہ میں یہود کی عہد شکنیوں اور ظلم کے بیان میں آدم علیہ السلام کی دو بیٹوں کے قصے کا بیان ہے۔کہ اے یہود تمہارا ظلم نیا نہیں بلکہ تم سے پہلے آدمؑ کے ایک بیٹے نے دوسرے پر ظلم کیا تھا۔

10۔ **ایک قصے کا دوسرے قصے سے ربط:** اس کی مثال سورۃ السبا میں داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے قصے کے بعد قوم سبا کے قصے کا بیان ہے کہ ایک میں اللہ تعالیٰ نے بعض شکر گزار بندوں کا حال بیان کیا ہے تو دوسرے میں بعض ایسے بندوں کے احوال کا تذکرہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے نعمتوں کے ناشکری کرنے والے ہیں۔

11۔ **دفع الایہام:** کہ سابق سے جو وہم پیدا ہوا ہو،لاحق میں اس وہم کا دافع لایا جائے۔اس کی مثال سورۃ البقرہ کی وہ آیت مبارکہ ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے عدۃ طلاق کے بعد ارضاع کا ذکر کر دیا اور پھر اس کے بعد عدۃ وفاۃ کو ذکر کیا تاکہ کسی کو یہ وہم نہ ہو جائے کہ عدت وفات بھی عدت طلاق کے مثل ہے چنانچہ ارشاد ہے: وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا - ([30])"اور تم میں سے جو لوگ وفات پاجائیں،اور بیویاں چھوڑ کر جائیں تو وہ بیویاں اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن انتظار میں رکھیں گی۔"

12۔ جملہ معترضہ: کبھی کبھارایساہوتاہے کہ قرآن کریم کی آیات میں ایک مضمون چل رہاہوتاہے کہ درمیان میں ایک ایسے جملے کولایاجاتاہے جس کا ماقبل کے ساتھ کوئی محلِ اعراب نہیں ہوتاہے بظاہر وہ بے ربط جملہ لگتاہے تاہم وہاں پر اس جملے سے کوئی خاص غرض اور نکتہ متعلق ہوتی ہے جس کی رعایت کے لئے درمیان میں دوسرے مضمون پر مشتمل جملہ لایاجاتاہے۔

سیوطیؒ اس کو اعتراض کے عنوان سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: الِاعْتِرَاضُ: وَسَمَّاهُ قُدَامَةُ الْتِفَاتًا وَهُوَ الْإِتْيَانُ بِجُمْلَةٍ أَوْ أَكْثَرَ لَا مَحَلَّ لَهَا مِنَ الْإِعْرَابِ فِي أَثْنَاءِ كَلَامٍ أَوْ كَلَامَيْنِ اتَّصَلَا مَعْنًى لِنُكْتَةٍ غَيْرِ دَفْعِ الْإِيهَامِ كَقَوْلِهِ: {وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهُ وَلَهُمْ مَا يَشْتَهُونَ} فَقَوْلُهُ: {سُبْحَانَهُ} اعْتِرَاضٌ لِتَنْزِيهِ اللَّهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَنِ الْبَنَاتِ وَالشَّنَاعَةِ عَلَى جَاعِلِيهَا وَقَوْلُهُ: {لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ} فَجُمْلَةُ الِاسْتِثْنَاءِ اعْتِرَاضٌ لِلتَّبَرُّكِ۔(31) "اعتراض جس کو متقدمین التفات سے بھی تعبیر کرتے ہیں یہ ہے کہ ایک یازائد جملوں کو کسی غرض ونکتہ کی بیان کی خاطر اس طور پر لایاجائے کہ ان کے لئے ایک کلام کے اندر یا معنیً ملے ہوئے دوکلاموں کے اندر کوئی محل اعراب نہ ہو۔ تاہم یہ نکتہ دفع الایہام کے علاوہ ہوگا۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشادہے:"اور یہ کفارمکہ اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں ٹھہراتے ہیں۔اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔اوران کے وہ ہیں جوانہیں پسند ہیں(لڑکے)۔" تو یہاں پر اللہ تعالیٰ نے اپنی تنزیہ اور جاعلین بنات کی شناعت اور برائی بیان کرنے کے لئے سُبْحَانَهُ کوبطور جملہ معترضہ بڑھادیا۔اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ تم مسجد الحرام کو ضرور داخل ہوں گے۔اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔اس حال میں کہ تم امن میں ہوں گے۔" یہاں پر جملہ مستانفہ کو تبرک کی غرض اور نکتہ سے بطور جملہ معترضہ لایاگیاہے۔

13۔ سیاق کی رعایت: یعنی معنی کے فہم میں، مختلف ارآء میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے میں اور یا حکم کو واضح کرنے میں سیاق کا سہارا لینا۔

اس کی مثال سورۃ البقرۃ کی یہ آیت مبارکہ ہے: وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي قَالَ لاَ يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ۔(32)"اور (وہ وقت یاد کرو) جب ابراہیم کو ان کے پروردگار نے کئی باتوں سے آزمایا، اور انہوں نے وہ ساری باتیں کیں، اللہ نے (ان سے) کہا: میں تمہیں تمام انسانوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔ ابراہیم نے پوچھا: اور میری اولاد میں سے؟ اللہ نے فرمایا میرا (یہ) عہد ظالموں کو شامل نہیں ہے۔" اس آیت مبارکہ میں لفظِ عہد استعمال ہواہے اور اس کے مراد میں اختلاف ہے بعض نے امامت، بعض نے نبوت، بعض نے اللہ تعالیٰ کا وعدہ، اور بعض نے عذاب آخرت سے امان کا معنی کیاہے۔ شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ ان معانی میں پہلا معنیٰ زیادہ ظاہر ہے کیونکہ سیاق بھی اسی معنی کو فائدہ کررہاہے۔

14۔ استئناف بیانی: یعنی کلام مکمل ہونے کے بعد ایسے قول کو لاناجو ایک سوال مقدر کا جواب ہو۔ اس کی مثال سورۃ البقرۃ کی ابتدائی آیات ہیں۔ ذَلِكَ الْكِتَابُ لاَ رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ---أُوْلَئِكَ عَلَى هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُوْلَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔(33)

یہاں پر آخری آیت کی تفسیر میں علامہ شوکانی فرماتے ہیں کہ أُوْلَئِكَ عَلَى هُدًى--- کلامِ مستانف ہے استئناف بیانی کے ساتھ۔ گویا کہ پوچھا گیا کہ ان متقین، غیب پر ایمان رکھنے والوں، فرائض پورے کرنے والوں، بماانزل علی الرسول ﷺ اور ما قبل انبیاء پر جو کچھ نازل ہوا ہے اس پر ایمان رکھنے والوں کا حال کیاہوگا؟ توجواباً کہاگیا کہ: أُوْلَئِكَ عَلَى هُدًى---(34)

15۔ استئناف تقریری: یعنی ما قبل کلام کی تقریر اور اثبات کے لئے مستانف کلام لانا۔ اس کی مثال اس آیت کریمہ میں ہے:اللَّهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ۔ (35)"اللہ تمام آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔" کہ یہ آیت ما قبل مذکورہ احکام کے لئے استئناف تقریری ہے۔

علامہ شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے بعض احکام بیان کئے تو اس کے پیچھے یہ آیت کریمہ لائی گئی کہ یہ ما قبل احکام ایسی ذات کی طرف سے ہے جو صاحب کمال اور صاحب جلال ہے۔

16۔ تفنن فی الکلام: کلام میں تفنن اختیار کرنا اور اس کو ایک اسلوب سے دوسرے اسلوب میں منتقل کرنا۔ کیونکہ اسالیب کی تبدیلی کی وجہ سے حجتیں مضبوط ہو جاتی ہے، عقیدہ راسخ ہو جاتا ہے، احکام ظاہر ہو جاتے ہیں اور دلوں کی تسلی ہو جاتی ہے۔ اس کی مثال سورۃ ھود میں نوحؑ کے قصے کے بیان کا راز ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے کفار پر بلکل واضح دلائل پیش کئے تو ان دلائل کو بطریقہ تفنن فی الکلام دوسرے انبیاء کے قصوں سے مؤکد کیا اور ایک اسلوب سے دوسرے اسلوب کی طرف انتقال کر دی تا کہ یہ نصیحت واضح اور حجت تمام ہو جائے۔ تو ارشاد ہوا:وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَى قَوْمِهِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌoأَن لاَّ تَعْبُدُواْ إِلاَّ اللهَ إِنِّيَ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ أَلِيمٍ ۔(36)"اور ہم نے نوح کو ان کی قوم کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ : میں تمہیں اس بات سے صاف صاف آگاہ کرنے والا پیغمبر ہوں۔ کہ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو۔ یقین جانو مجھے تم پر ایک دکھ دینے والے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔"

17۔ تشابہ اطراف: کا مطلب یہ ہے کہ کلام کے اختتام پر ایسا لفظ یا جملہ لایا جائے جو معنی کے اعتبار سے کلام کے شروع کے ساتھ مناسبت اور تعلق رکھتا ہوں۔ اس کی مثال سورۃ الانعام کی یہ آیت ہے:لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ۔(37)"نگاہیں اس کو نہیں پا سکتیں، اور وہ تمام نگاہوں کو پالیتا ہے۔ اس کی ذات اتنی ہی لطیف ہے، اور وہ اتنا ہی باخبر ہے۔"

18۔ جملے کا اپنے ما قبل کے لئے تاکید یا بیان ہونا: تاکید کی مثال سورۃ الطارق کی یہ آیت مبارکہ ہے:فَمَهِّلِ الْكَافِرِينَ أَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۔"لہذا (اے پیغمبر) تم ان کافروں کو ڈھیل دو، انہیں تھوڑے دنوں اپنے حال پر چھوڑ دو۔" اور بیان کی مثال سورۃ طہٰ کی یہ آیت مبارکہ ہے: فَوَسْوَسَ إِلَيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ يَا آدَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلَى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَا يَبْلَى۔ (38)"پھر شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا۔ کہنے لگا:اے آدم! کیا میں تمہیں ایک ایسا درخت بتاؤں جس سے جاودانی زندگی اور وہ بادشاہی حاصل ہو جاتی ہے جو کبھی پرانی نہیں پڑتی؟" اس آیت کریمہ میں قَالَ يَا آدَمُ هَلْ أَدُلُّكَ---ما قبل کے لئے بیان واقع ہے۔

19۔ حسن تخلص: اس میں متکلم اس معنی اور کلام سے جس میں ابتداء کی گئی تھی مکمل طور سے دوسرے معنی اور کلام کی طرف انتقال کرتا ہے اور پھر واپس پہلے والے معنی کی طرف نہیں لوٹتا۔ جیسے سورہ الشعراء میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول نقل ہوا ہے اور پھر بطور تخلص "معاد" کی صفات کا تذکرہ ہے۔

20۔ عام حکم ذکر کرنے کے بعد خاص حکم کو ذکر کرنا: اس کا فائدہ خاص کی فضیلت کو اجاگر کرنا ہے اس کی مثال سورۃ النحل کی یہ آیات مبارکہ ہیں:إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ-وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ۔(39)"بیشک اللہ انصاف کا، احسان کا، اور رشتہ داروں کو (ان کے حقوق) دینے کا حکم دیتا ہے، اور بے حیائی، بدی اور

ظلم سے روکتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔ اور جب تم نے کوئی معاہدہ کیا ہو تو اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرو۔" یہاں پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے مامورات کو ذکر کیا ہے۔ اور دوسری آیت کے اندر ان مامورات میں سے وفاء بالعہد کو خاص کر کے ذکر کیا ہے۔

21۔ خاص حکم کو ذکر کرنے کے بعد عام حکم کو ذکر کرنا: یعنی ذکر الخاص بعد العام۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ۔(40) اس آیت کریمہ میں حضرت نوح علیہ السلام نے اپنا ذکر پہلے اصالتاً اور خصوصیت کے ساتھ فرمایا اور ظاہر ہے کہ آپ عام مؤمنین کے زمرے میں بھی تعمیماً شامل ہونگے کیونکہ مؤمنین میں سے ایک فرد آپؑ بھی ہیں اس طرح دو مرتبہ آپ کا ذکر آیا اور اس کے نتیجے میں خاص کی اہمیت اور بقیہ افراد کے عموم کا فائدہ حاصل ہوا۔

22۔ تذییل: یہ ہے کہ کلام کے اندر ایسا جملہ لایا جائے جو ماقبل کو اچھی طرح محقق اور ثابت کرے۔ باالفاظ دیگر ایک جملے کے بعد دوسرا ایسا جملہ لانا جو پہلے جملے کے معنی پر مشتمل ہوں اور اس کے الفاظ یا مفہوم کی تاکید ہو۔ تاکہ جو لوگ ماقبل کلام کے مفہوم کو نہ سمجھ سکے ہو وہ اس کو اچھی طرح سمجھ جائے۔ پھر یہ تذییل کبھی ایسا جملہ ہوتا ہے جو بطور ضرب المثل استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقاً۔(41)" اور کہو کہ حق آن پہنچا، اور باطل مٹ گیا، اور یقیناً باطل ایسی ہی چیز ہے جو مٹنے والی ہے۔" یہاں پر إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقاً ماقبل کے لئے تذییل ہے۔ اور یہ عبارت مثل کے طور پر مستعمل ہے۔ جو ماقبل کی تاکید کر رہا ہے۔ اور کبھی تذئیل ایسا جملہ ہوتا ہے جو بطور مثل کے مستعمل نہیں ہوتا ہے اور ماقبل کی تاکید کرتا ہے۔ اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِنْ مِتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ۔(42)" اور (اے پیغمبر) تم سے پہلے بھی ہمیشہ زندہ رہنا ہم نے کسی فرد بشر کے لیے طے نہیں کیا۔ چنانچہ اگر تمہارا انتقال ہو گیا تو کیا یہ لوگ ایسے ہیں جو ہمیشہ زندہ رہیں؟" اس آیت کریمہ میں أَفَإِنْ مِتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ ماقبل کے لئے تذییل ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ--- (43) کے مضمون کو وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ والے جملے سے محقق کیا ہے۔(44) قرآن کریم میں تذییل کا بہت زیادہ استعمال کیا گیا ہے۔

23۔ حسن المطلب: امام سیوطیؒ نے الاتقان فی علوم القرآن کے اندر لکھا ہے کہ حسن تخلص کے قریب قریب حسن المطلب ہے۔ زنجانیؒ (م:656ھ) اور طیبیؒ (م:743ھ) کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حسن مطلب کا مفہوم یہ ہے کہ پہلے وسیلہ کو پیش کیا جائے اور اس کے بعد اپنی غرض اور طلب کو بیان کیا جائے جیسے سورۃ الفاتحہ کی آیت اِيَّاكَ نَعْبُدُوَاِيَّاكَ نَسْتَعِين میں اسی طریقہ کا اپنایا گیا ہے۔ کہ اولاً عبادت کو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص کرنے کا وسیلہ پیش کیا گیا ہے اور اس کے بعد اپنی غرض اور مدعا کو بیان کیا گیا ہے (45)

نتائج:

1۔ قرآن کریم کے آیات اور سورتیں آپس میں مربوط ہیں۔

2۔ قرآنی اجزاء کا آپس میں ربط و تعلق کبھی واضح اور ظاہر ہوتی ہے اور کبھی غیر واضح اور معنوی۔

3۔ معنوی روابط میں بعض ایسے ہیں جن کو ہم الفاظ میں بیان کر سکتے ہیں اوران کو خاص نام سے تعبیر کر سکتے ہیں جبکہ بعض ایسے روابط ہوتے ہیں جو جو مفسّر کی نکتہ فہمی، سنت رسول ﷺ پر مکمل عبور، عربی لغت وزبان سے مکمل شناسائی اور فصیح وبلیغ کلام کے صفات کا علم رکھنے سے تعلق رکھتے ہیں ان کی الگ طریقے سے تعریف نہیں کی جاسکتی۔

4۔ قرآن کریم کے اجزاء کے درمیان مناسبات اوراس کے وجوہ کا معلوم کرنا ایک مستقل علم ہے جو کہ جس کے حصول کے لئے فطری صلاحیت کے علاوہ علوم البلاغہ میں مہارت ہونے کی ضرورت ہوتی ہے۔

مصادرومراجع:

1. البقاعی، ابراہیم بن عمر، نظم الدرر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، 1415ء
2. الجزائری، جابر بن موسیٰ بن عبد القادر، ایسر التفاسیر، مکتبۃ العلوم والحکم، مدینۃ المنورۃ، 1424ھ
3. الرازي، فخر الدين محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان، 1421ھ
4. الزبیدی، ابوالفیض محمد بن محمد بن عبد الراق، تاج العروس من جواہر القاموس، داراحیاء التراث العربی، بیروت، 1995
5. زرکشی، ابوعبد اللہ محمد بن بہادر بن عبد اللہ، البرھان فی علوم القرآن، دارالمعرفہ، بیروت، 1391ء
6. زین الدین، ابوعبد اللہ محمد بن ابی بکر، انموذج جلیل فی اسئلۃ واجوبۃ عن غرائب آی التنزیل، دار عالم الکتب، ریاض، 1991ء
7. السبکی، ابوحامد احمد بن علی، عروس الافراح، المکتبۃ العصریہ، بیروت، 2003ء
8. سیوطی، ابوالفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر، الاتقان فی علوم القرآن، قدیمی کتب خانہ، کراچی، س۔ن
9. سیوطی، ابوالفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر، اسرار ترتیب القرآن، دارالفضیلہ، قاہرہ، 1423ھ
10. شوکانی، محمد بن علي بن محمد بن عبد اللہ، تفسیر فتح القدیر، دار ابن کثیر، دمشق، 1414ھ
11. غازی، محمود احمد بن محمد احمد، محاضرات قرآنی، الفیصل ناشران، لاہور، 2009ء
12. محمد حفنی ناصف بن شیخ اسمٰعیل، دروس البلاغۃ، مکتبۃ الحسن، لاہور، 1434ھ

حوالہ جات:

[1]۔ زبیدی، ابوالفیض محمد بن محمد بن عبد الراق، تاج العروس من جواہر القاموس، داراحیاء التراث العربی، بیروت، 1995، ج1، ص996

[2]۔ بقاعی، ابراھیم بن عمر، نظم الدرر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، 1415ء، ج1، ص6

[3]۔ زرکشی، ابوعبد اللہ محمد بن بہادر بن عبد اللہ، البرھان فی علوم القرآن، دارالمعرفہ، بیروت، 1391ء، ج1، ص36

[4]۔ الرازي، فخر الدين محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان، 1421ھ، ج7، ص112

[5]۔ زرکشی، البرہان، ج1، ص54

[6]۔ سورۃ النساء:82

[7]۔ سیوطی، جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر، الاتقان فی علوم القرآن، قدیمی کتب خانہ، کراچی، س۔ن، ج2، ص212

[8] ۔سورۃ الحجر:49تا51

[9] ۔غازی، محمود احمد بن محمد احمد، محاضرات قرآنی، الفیصل ناشران، لاہور، 2009ء ص325

[10]۔سورۃ الانفال:4

[11]۔سورۃ الانفال:5

[12]۔الجزائری، جابر بن موسیٰ بن عبد القادر، ایسر التفاسیر، مکتبۃ العلوم والحکم، مدینۃ المنورۃ، 1424ھ، سورۃ الانفال، ج1، ص221

[13] ۔زرکشی، البرہان، ج1، ص40

[14]۔سورۃ التحریم:12

[15]۔الجزائری، ایسر التفاسیر، سورۃ التحریم، ج9، ص252

[16]۔الجزائری، ایسر التفاسیر، سورۃ التحریم، ج9، ص252

[17] ۔السبکی، ابو حامد احمد بن علی، عروس الافراح، المکتبۃ العصریہ، بیروت، 2003ء، ج2، ص309

[18] ۔محمد حفنی ناصف بن شیخ اسمٰعیل، دروس البلاغۃ، مکتبۃ الحسن، لاہور، 1434ھ، ص121

[19]۔سورۃ الاعراف:26

[20]۔ایضاً:27

[21] ۔زین الدین، ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر، انموذج جلیل فی اسئلۃ واجوبۃ عن غرائب آی التنزیل، دار عالم الکتب، ریاض، 1991ء، ج1، ص404

[22] ۔زرکشی، البرہان، ج1، ص50

[23]۔سورۃ ص:48

[24]۔ایضاً:49-56

[25]۔سورۃ البقرۃ:233

[26]۔سورۃ النور:1و2

[27] ۔سیوطی، اسرار ترتیب القرآن، ص56

[28]۔سورۃ البقرہ:189

[29]۔شوکانی، محمد بن علي بن محمد بن عبد اللہ، تفسیر فتح القدیر، دار ابن کثیر، دمشق، 1414ھ،، ج1، ص189

[30]۔سورۃ البقرۃ:234

[31]۔سیوطی، الاتقان، ج3، ص253

[32]۔سورۃ البقرہ:124

[33]۔سورۃ البقرۃ:1تا5

[34]۔شوکاني، فتح القدیر، ج1، ص37

[35]۔سورۃ النور:35

[36]۔سورۃ ھود:26

[37] ۔سورۃ الانعام:103

[38] ۔سورۃ طہ:120

[39] ۔سورۃ النحل:90،91

[40] ۔سورۃ نوح:28

[41] ۔سورۃ الاسراء:81

[42] ۔سورۃ الانبیاء:34

[43] ۔سورۃ التوبۃ:111

[44] ۔ محمد حفنی ناصف، دروس البلاغۃ، ص87

[45] ۔سیوطی، الاتقان، ج2، ص214

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.